33

نزاکتِ وقت کی اہمیت کو محسوس کرو اور اپنے فرائض کی طرف توجہ کرو

(فرمودہ 7/ اکتوبر 1949ء بمقام لاہور)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''مجھے چار پانچ دن سے دورانِ سر کی شکایت ہے جس کی وجہ سے ڈاکٹری مشورہ تو یہ تھا کہ مجھے تین چار دن لیٹے رہنا چاہیے کیونکہ جب سر میں چکر آتا ہے اُس وقت کھڑا ہونا تو الگ رہا بیٹھنا بھی بعض دفعہ ناممکن ہو جاتا ہے اور جسم فوراً گر جاتا ہے۔ لیکن جمعہ کی وجہ سے میں نے یہی مناسب سمجھا کہ خواہ مجھے مختصر خطبہ ہی کیوں نہ پڑھنا پڑے جمعہ کے لیے چلا جاؤں۔ باقی نمازوں میں مَیں ڈاکٹری ہدایت کے مطابق نہیں آتا اور شاید اس تسلسل میں یہ آخری جمعہ ہوگا جو میں یہاں پڑھاؤں گا کیونکہ عید کی وجہ سے اور بعض دوسرے حالات کی وجہ سے ربوہ کا آنا جانا ایسے رنگ میں ہوا کہ بعض جمعے مجھے یہیں پڑھانے پڑے۔ لیکن اب پروگرام ایسی شکل میں آچکا ہے کہ غالباً میں آسانی کے ساتھ جمعہ کے لیے ربوہ جاسکوں گا بشرطیکہ میری صحت اچھی ہوئی۔

میں آج جماعت کو اور درحقیقت لاہور کی جماعت کو نہیں بلکہ تمام جماعتوں کو اس امر کی طرف

توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ بعض حادثات کی وجہ سے اور بعض واقعات کی وجہ سے سلسلہ کی مالی حالت اِس وقت اتنی گر گئی ہے کہ اگر جلد اس کا تدارک نہ ہوا تو شاید چند ماہ ہی میں ہمیں بہت سے محکمے بند کرنے پڑیں گے۔ ہمارا بیت المال کا دفتر تو یہی دہراتا چلا جاتا ہے کہ ہندوستان کے چندوں کی کمی کی وجہ سے یہ واقعہ ہوا ہے مگر یہ محض اپنی غفلت اور سُستی کے چھپانے کا ایک عذر ہے کیونکہ وہاں کے چندے جو اب بند ہیں پانچ چھ ہزار سے زائد کے نہیں۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ وہ نوجوان جن کو میں کام کے لیے آگے لایا تھا اور جن کے متعلق میں سمجھتا تھا کہ وہ کام سنبھال لیں گے اور میں پرانے کارکنوں پر خفا تھا کہ کیوں وہ نوجوانوں کو آگے نہیں لاتے تا کہ وہ کام سیکھ سکیں۔ اِس غرض سے وہ نوجوان جو ہمارے مرکز میں آئے ہیں وہ کچھ اچھے ثابت نہیں ہوئے۔ بجائے اِس کے کہ وہ کام کرتے پہلے بزرگوں پر اعتراض کرنے اور ان سے لڑنے جھگڑنے میں ہی اپنا وقت صَرف کر دیتے ہیں۔

لیکن بیرونی مشنوں میں خدا تعالیٰ کے فضل سے بعض اچھے اچھے کارکن نکل رہے ہیں اور بعض نے تو نہایت اعلیٰ درجہ کی قربانی کا نمونہ دکھایا ہے جو بتاتا ہے کہ جماعت میں ایسے لوگ موجود ہیں جو وقت پڑنے پر بغیر کسی مدد اور اعانت کے ہر قسم کی قربانی کرنے کے لیے تیار ہیں۔ اس بارہ میں سب سے اچھا نمونہ اُس نوجوان نے دکھایا ہے جو سب سے کم تعلیم یافتہ ہے یعنی کرم الٰہی ظفر۔ جب موجودہ مشکلات کی وجہ سے ہم نے بعض بیرونی مشنوں کو بند کرنے کا فیصلہ کیا اور کہہ دیا کہ وہی لوگ کام جاری رکھیں جو اپنا بوجھ آپ اُٹھانے کے لیے تیار ہوں تو اُس وقت وہ مشن جن کو بند کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا ان میں فرانس اور ہسپانیہ کے مشن بھی تھے۔ ہمارے اِس فیصلہ پر ان دونوں ممالک کے مشنریوں نے درخواست کی کہ ہمارے مشن بند نہ کیے جائیں اخراجات بیشک بند کر دیئے جائیں، ہم اپنا بوجھ خود اُٹھائیں گے اور ان مشنوں کو جاری رکھیں گے۔ چنانچہ ان دونوں مشنریوں کی دو سال کے عرصہ میں ہم نے کوئی مدد نہیں کی بلکہ پارٹیشن سے کچھ عرصہ پہلے کی بعض رقمیں بھی انہیں بھجوائی نہیں گئیں۔ اگر اس عرصہ کو بھی شامل کر لیا جائے تو یہ اڑھائی یا پونے تین سال کا عرصہ بن جاتا ہے۔ جہاں تک ہمت سے بیٹھے رہنے کا سوال ہے اس میں یہ دونوں برابر ہیں۔ دونوں ہمت سے بیٹھے رہے اور تنگی ترشی سے گزارہ کرتے رہے۔ لیکن جہاں تک تبلیغ کو فوراً سنبھال لینے کا سوال ہے اس میں کرم الٰہی صاحب ظفر مقدم ہیں۔ کیونکہ ملک عطاء الرحمان صاحب جو لاہور کے ہی باشندے ہیں ایک لمبے عرصہ کے بعد تبلیغ کے

کام کو سنبھال سکے۔ اب تو انہوں نے بھی جلسے کرنے شروع کر دیئے ہیں اور تبلیغ کو کچھ ڈاک کے ذریعہ وسعت دینے کی کوشش کر رہے ہیں اور کچھ لٹریچر بھی فرانسیسی زبان میں شائع کرنے لگے ہیں۔ مگر یہ موجودہ چھ مہینے کی بات ہے اس سے پہلے وہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی ہی کوشش کرتے رہے ہیں۔ لیکن کرم الٰہی صاحب ظفر نے ابتدائی چھ مہینے کے اندر اندر ایسی صورت پیدا کر لی کہ جس کی وجہ سے وہ اپنی تبلیغ کو وسیع کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ انہوں نے میری ایک کتاب کا ہسپانوی زبان میں ترجمہ کیا اور اسے ملک میں شائع کیا۔ اور اب ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' کا ترجمہ کر کے انہوں نے شائع کیا ہے اور یہ ساری کمائی انہوں نے خود محنت کر کے کی ہے۔ اور بعض دفعہ تو ایسے رنگ میں کمائی کی ہے کہ آجکل کے تعلیم یافتہ نوجوان اگر اس رنگ میں کام کریں تو ان کی طبائع پر سخت گراں گزرے۔ یعنی بازار میں کھڑے ہو کر وہ عطر کی شیشیاں فروخت کرتے اور پھر جو کچھ آمد ہوتی اُس سے اپنے اخراجات چلاتے۔ ایک طرف بازار میں کھڑے ہو کر شیشیاں بیچنا اور دوسری طرف مبلغ کا لباس ہو اور اُس کے اعزاز اور احترام کا سوال ہو یہ بڑا مشکل مرحلہ ہے اور ہر شخص ایسا نہیں کر سکتا۔ ہزاروں میں سے کوئی ایک ہوتا ہے جو ایسا کر سکتا ہے بلکہ ہزاروں میں سے بھی نہیں لاکھوں میں سے کوئی ایک ہوتا ہے جو ایسا کر سکتا ہے۔ چنانچہ بعض دفعہ ایسا ہوا بھی کہ لوگوں نے ان سے کہا کہ تمہاری یہ کیا حالت ہے تم تو مبلغ ہو اور پھیری کا کام جو گداگری کے برابر ہے کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا جو سچائی ہے وہ لوگوں تک پہنچانا ہمارا فرض ہے مگر ہماری جماعت ایک غریب جماعت ہے وہ خرچ نہیں دے سکتی۔ اس لیے میں خود کمائی کر رہا ہوں۔ اِس پر بعض دفعہ ہسپانیہ کے بعض بڑے بڑے آدمیوں نے انہیں چار چار پانچ پانچ پونڈ تحفہ کے طور پر دیئے اور کہا کہ ہمیں بھی ان نیک مقاصد میں شامل کیجیے۔

اِسی طرح بعض اَور مشنریوں نے اپنی اپنی جگہ اچھا نمونہ دکھایا ہے بلکہ بعض مولویوں نے بھی بیرونی ممالک میں نہایت اچھا کام کیا ہے۔ عام طور پر مولوی چونکہ باہر نہیں نکلتے اس لیے ان کے متعلق یہ شبہ ہی رہتا ہے کہ وہ دلیری سے ہر موقع پر اپنے آپ کو کام کا اہل ثابت کر سکتے ہیں یا نہیں۔ لیکن ہمارے ہالینڈ کے مبلغ حافظ قدرت اللہ صاحب مولویوں میں سے اچھا کام کرنے والوں کی بہترین مثال ہیں۔ اسی طرح پرانے مبلغوں میں سے مولوی رحمت علی صاحب نہایت اچھا کام کرنے والے ہیں۔ ان کے ذریعہ ہزاروں افراد کو احمدیت میں داخل ہونے کی توفیق ملی۔ اور نہ صرف عام طبقہ کے

لوگوں تک انہوں نے احمدیت کا پیغام پہنچایا بلکہ ملک کے جو چوٹی کے آدمی ہیں ان کو بھی وہ تبلیغ کرتے رہتے ہیں۔ ابھی ڈاکٹر حطّہ 1 جو انڈونیشیا کے وزیراعظم ہیں ڈچ حکومت سے معاہدہ کرنے کے لیے ہالینڈ گئے ہمارا مشنری ان سے ملنے کے لیا گیا تو ڈاکٹر حطّہ نے فوراً کہا کہ میں آپ کی جماعت کو خوب جانتا ہوں، آپ کے مبلغ مجھ سے ملتے رہتے ہیں اور وہ ہمیں تبلیغ کرتے رہتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے مبلغ ملک کے چوٹی کے آدمیوں تک بھی پہنچتے اور انہیں احمدیت کا پیغام پہنچاتے ہیں۔ پس میں یہ نہیں کہہ رہا کہ ہمارے نوجوان قطعی طور پر ناکام رہے ہیں۔ ہمارے نوجوانوں میں سے ایک طبقہ ایسا ہے جو نہایت اچھا کام کر رہا ہے۔ امریکن مشن کو خلیل احمد صاحب ناصر نے، انگریزی مشن کو مشتاق احمد صاحب باجوہ نے اور سوئٹزرلینڈ کے مشن کو شیخ ناصر احمد صاحب نے عمدگی سے سنبھالا ہوا ہے۔ جرمنی کے مشن کی مشکلات اب شروع ہو رہی ہیں۔ پہلے اس مشن میں ایسے آدمی آ ملے تھے جو سمجھتے تھے کہ پاکستان اور ہندوستان مالدار ملک ہیں۔ ہم اس مشن میں شامل ہو کر ان ممالک سے کمائی کر سکیں گے مگر جب ان پر حقیقت کھلی کہ یہ تو قربانی کا مطالبہ کرنے والی جماعت ہے تو ان کا گروہ کا گروہ الگ ہو گیا۔ اب عبداللطیف صاحب جو وہاں کے مبلغ ہیں اپنے طور پر جماعت بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ وہ خاموش طبیعت نوجوان ہے مگر اچھا کام کرنے والا ہے۔

پس میرا یہ منشا نہیں کہ ہمارے نوجوانوں نے ہر موقع پر ناکامی اور نامرادی کا طریق اختیار کیا۔ ان میں سے بعض نے نہایت اچھا نمونہ دکھایا ہے خصوصاً اُن نوجوانوں نے جو غیر ممالک میں گئے۔ مگر جو نوجوان ہمارے مرکز میں کام پر لگے ہوئے ہیں اُن میں سے اکثر ایسے نکلے ہیں کہ بجائے اِس کے کہ وہ اپنی ذمہ داری کو سمجھیں لڑائی جھگڑے میں ہی اپنا وقت گزارتے رہتے ہیں اور ان کی بڑی خواہش یہی ہوتی ہے کہ کوئی عُہدہ مل جائے، کوئی اختیار حاصل ہو جائے حالانکہ عہدہ اور اختیار سے کام نہیں چلتا۔ کام کرنے سے کام ہوا کرتا ہے۔ ان میں سے بھی بعض نوجوان نہایت اچھا کام کر رہے ہیں۔ مثلاً میاں عزیز احمد جو پہلے نائب محاسب کے طور پر کام کیا کرتے تھے نہایت اچھے کارکن ہیں اور بڑی محنت سے کام کر رہے ہیں۔ جہاں تک قابلیت کا سوال ہے چودھری اعجاز نصر اللہ خاں بھی سمجھدار نوجوان ہیں مگر ابھی تک ان میں محنت کی عادت پیدا نہیں ہوئی۔ چونکہ انہوں نے امیر گھرانے میں پرورش پائی ہے اس لیے محنت کے عادی نہیں لیکن بہر حال ان میں قابلیت موجود ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ

اگر وقت لگا کر کام کرنے کی عادت انہیں پڑ جائے تو وہ کامیاب ثابت ہوں گے۔ بعض اَور نوجوان بھی ایسے ہیں جو نہایت اچھا کام کر رہے ہیں بلکہ بعض کی تعلیم بالکل کم ہے لیکن کام کے لحاظ سے نہایت اعلیٰ درجہ کے کارکن ہیں۔ مثلاً قریشی عبدالرشید صاحب ایک معمولی کلرک تھے۔ ان کی تعلیم صرف انٹرنس تک ہے۔ میں نے ان کو کام پر لگایا اور اب وہ اچھے وکیل المال ثابت ہو رہے ہیں۔ جب کبھی حساب کا کوئی پیچیدہ عقدہ پیش آتا ہے تو اس گتھی کو سلجھانے کے لیے انہی کو مقرر کیا جاتا ہے اور وہ نہایت خوش اسلوبی سے اس کو سرانجام دیتے ہیں۔ مگر بعض جیسا کہ میں نے بتایا ہے کہ وہ ناکام بھی رہے ہیں اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں ہماری مالی حالت کے گر جانے میں بہت سا دخل ایسے نوجوانوں کا بھی ہے۔ اور کچھ اس بات کا بھی دخل ہے کہ ہمارا مرکز لاہور سے ربوہ چلا گیا جبکہ وہاں ڈاکخانے کا کوئی انتظام نہ تھا اور منی آرڈروں کی تقسیم کا انتظام تو اب تک بھی نہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جماعتوں نے چندے بھجوائے اور انہیں رسیدات نہ ملیں تو وہ سُست ہوگئیں اور انہوں نے سمجھا کہ جب ہمارا پہلا چندہ ہی ابھی تک نہیں پہنچا تو ہم اَور چندہ کس طرح بھجوائیں۔ کچھ دفتروں نے بھی کوتاہیاں کیں اور صحیح طور پر جماعتوں کو یاددِہانیاں نہ کرائیں۔ کچھ عملہ کافی نہ تھا جس کی وجہ سے جماعتوں کے جو خطوط آئے اُن کے جوابات نہ دیئے گئے اور کچھ منی آرڈر جو بھجوائے گئے تھے وہ رُکے رہے۔ ان تمام باتوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ باہر کی جماعتوں اور مرکز کا تعلق بہت حد تک کٹ گیا اور جماعتوں میں سُستی پیدا ہوگئی۔ انہیں یہ وہم شروع ہوگیا کہ نہ معلوم ہمارے روپے پہنچ بھی رہے ہیں یا نہیں۔ اور جب اس قسم کا وہم پیدا ہو جائے تو لوگ روپیہ بھیجنے میں سُستی کر دیتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جب پہلے روپیہ کے متعلق تسلّی ہوگی تب ہم اَور روپیہ بھیجیں گے۔ چاہیے تھا کہ ہمارے مرکزی کارکن اِس بات کو اچھی طرح واضح کر دیتے کہ ربوہ جانے کی وجہ سے یہ یہ مشکلات پیش آئیں گی، جماعتوں کو گھبرانا نہیں چاہیے اور چندہ بھجوانے کی رفتار کو قائم رکھنا چاہیے۔ انہیں اعلان کرنا چاہیے تھا کہ ربوہ میں ڈاکخانہ نہیں اور اس وجہ سے لازماً منی آرڈر دیر میں پہنچیں گے اور دیر سے ہی جماعتوں کو جواب بھجوائے جاسکیں گے لیکن اس میں ان کے لیے گھبراہٹ کی کوئی وجہ نہیں۔ ان کے منی آرڈر بہرحال گورنمنٹ کے پاس ہیں وہ ضائع نہیں ہوسکتے اور اگر ضائع ہو جائیں تو گورنمنٹ اس روپیہ کو پورا کرنے کی ذمہ دار ہے۔ اس لیے اس وہم میں مبتلا ہو کر کہ چندے کی رسید کیوں نہیں آئی جماعتوں کو چندے بھجوانے میں سُستی سے کام نہیں لینا چاہیے۔ یہ

اعلان انہیں بار بار کرنا چاہیے تھا اور جماعتوں کو بتانا چاہیے تھا کہ ہمیں یہ یہ مشکلات درپیش ہیں جن کی وجہ سے انہیں رسیدات نہیں بھجوائی گئیں۔ ان کا روپیہ بہرحال محفوظ ہے لیکن اگر چندے آنے کم ہو گئے تو اس کا سلسلہ کے محکموں پر بہت بُرا اثر پڑے گا۔ میں نے خود تو تحقیق نہیں کی لیکن محاسب کے عملہ نے مجھے بتایا ہے کہ معمولی بجٹ کو پورا کرنے کے لیے کم سے کم نوے ہزار روپیہ ماہوار آنا چاہیے۔ اور اگر خاص بجٹ اس میں شامل کر لیا جائے تو ایک لاکھ پچیس ہزار روپیہ کی ماہوار آمد ہونی چاہیے۔ اگر خاص بجٹ کو نظر انداز کر دیا جائے تب بھی روزمرہ کا کاروبار چلانے کے لیے ہمیں نوے ہزار روپیہ ماہوار کی ضرورت ہے۔ لیکن وہ کہتے ہیں کہ پچھلے ایک دو ماہ سے پچاس ہزار روپیہ ماہوار کی آمدن ہو رہی ہے۔ گویا ہماری آمد نصف تک پہنچ گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر اس کمی کو پورا کرنے کے لیے چالیس ہزار روپیہ ماہوار قرض لیا جائے تو ایک سال میں پانچ لاکھ روپیہ قرض ہو جائے گا۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ سال بھر کے بعد ہمیں بہت سے محکمے اُڑا دینے ہوں گے بلکہ سال کے درمیان میں ہی ہمیں ضرورت ہوگی کہ ہم بہت سے دفاتر اُڑا دیں، مشن بند کر دیں اور اپنے کام کو ترقی سے روک دیں۔ گویا بجائے اِس کے کہ ہماری یہ کوشش ہوتی کہ ہم اپنے کام کو پھیلائیں اور وسعت دیں ہم اسے سمیٹنے لگ جائیں گے اور اپنی ترقی کو تنزل سے بدل لیں گے۔

پس میں اس خطبہ کے ذریعہ تمام جماعت ہائے احمدیہ کو اُن کے فرائض کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ جیسا کہ میں نے بتایا ہے کہ میرے نزدیک چندوں میں یہ کوتاہی اور غفلت مرکز بدلنے کی وجہ سے واقع ہوئی ہے۔ جب ہم قادیان سے لاہور آئے تھے اُس وقت بھی ہماری آمد اتنی گر گئی تھی کہ چار پانچ ہزار روپیہ ماہوار تک رہ گئی تھی۔ مگر یہ حالت ایک دو ماہ ہی رہی اس کے بعد پھر آمد بڑھنی شروع ہو گئی۔ مگر اُس وقت بھی پانچ سات ماہ تک ایسا دھکّا لگا تھا کہ جس کی وجہ سے انجمن کا قرضہ بہت بڑھ گیا تھا۔ اگر دو سال کے بعد انجمن کو پھر ایک دھکّا لگے تو اس کے معنے یہ ہوں گے کہ کئی سال تک ہمیں قرضہ اُتارنے کی ہی فکر رہے گی۔ ہم اپنے کام کو ترقی نہیں دے سکیں گے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ تمام نقص تبدیلیٔ مرکز سے پیدا ہوا ہے۔ اکثر جماعتوں کو شکوہ ہے کہ دفاتر والے اُن کے خطوں کا جواب نہیں دیتے۔ چندہ بھجواتے ہیں تو اُن کی رسیدیں انہیں نہیں ملتیں۔ اس کی کچھ وجہ تو یہ ہے کہ عملہ کم ہونے کی وجہ سے دس دس پندرہ پندرہ دن انہیں اپنی فائلوں کو ترتیب دینے میں ہی لگ گئے۔ پھر

قادیان سے جب ہم لاہور آئے تو یہاں عملہ ملنا مشکل ہو گیا۔ کیونکہ لاہور کے اخراجات کی زیادتی کی وجہ سے لوگ ہم سے زیادہ تنخواہیں مانگتے تھے اور ہم انہیں اُتنی تنخواہیں دے نہیں سکتے تھے۔ اب ربوہ میں عملہ کی کمی کی شکایت خدا تعالیٰ کے فضل سے دور ہو رہی ہے۔ لیکن ڈاکخانہ کی بعض مشکلات ابھی جاری ہیں۔ بیس بائیس دن ہوئے کہ ڈاکخانہ کھل چکا ہے مگر منی آرڈر ابھی تک ڈلیور (DELIVER) نہیں ہوئے۔ وہ سارے کے سارے ڈاکخانہ میں ہی رُکے پڑے ہیں۔ ڈاکخانہ والے کہتے ہیں کہ ابھی ہمارے پاس مُہریں نہیں پہنچیں۔ اگر منی آرڈروں پر مُہر اور تاریخ نہ ہو اور روپیہ تقسیم کر دیا جائے تو ڈاکخانہ والے پھنس جاتے ہیں۔ اس لیے کچھ رقمیں ایسی بھی ہیں جو جماعتوں نے تو بھجوا دی ہیں مگر ڈاکخانہ میں رُکی پڑی ہیں۔ میں جب ربوہ گیا تھا تو مجھے بتایا گیا تھا کہ تیرہ چودہ ہزار کے منی آرڈر آئے پڑے ہیں اور گو یہ اُس کمی کو پورا نہیں کرتے جو ہماری آمد میں واقع ہوئی ہے مگر اِس سے پتا لگتا ہے کہ باہر کی جماعتوں نے اگر چندہ بھجوانے میں سُستی سے کام لیا ہے تو اس میں ایک حد تک ڈاکخانہ کا بھی دخل ہے۔ اگر یہ روپیہ وصول ہو جائے تو ہو سکتا ہے کہ اس ماہ کی آمد ساٹھ ہزار تک پہنچ جائے یا ممکن ہے ستّر ہزار تک پہنچ جائے۔ لیکن پھر بھی ضرورت اس امر کی ہے کہ جماعتیں اپنے اندر بیداری پیدا کریں اور اس غفلت کو دور کریں جو ان میں دکھائی دیتی ہے۔ میں بتا چکا ہوں کہ اس کمی چندہ میں کچھ اس بات کا بھی دخل تھا کہ انہوں نے منی آرڈر بھیجے تو ان کی رسیدات نہ ملیں۔ چٹھیاں لکھیں تو ان کے جواب نہ گئے۔ چنانچہ کئی لوگوں نے مجھے خط بھی لکھے کہ اِتنے دن ہو گئے ہیں ہم چندہ بھجوا چکے ہیں مگر نہ منی آرڈر کا پتا لگتا ہے اور نہ دفتر والوں نے کوئی رسید بھجوائی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جماعتیں سُست ہو گئیں اور انہوں نے چندے بھجوانے بند کر دیئے۔ حالانکہ جماعتوں کو چاہیے تھا کہ ان حادثات سے بجائے سُست ہونے کے وہ اَور بھی چُست ہو جاتیں اور بجائے اس کے کہ وہ ڈر کر اپنا چندہ بھجوانا بند کر دیتیں کسی آدمی کے ذریعہ ہی اپنا چندہ بھجوا دیتیں تا کہ سلسلہ کا کام بند نہ ہو۔ یہ ہمارے لیے ایک نہایت ہی نازک دَور ہے اور اس میں ہم جتنا اپنی ذمہ داری کو سمجھیں کم ہے۔

ہمیں یہ شبہ نہیں کہ ہم نے جیتنا ہے یا ہمارے مخالف نے۔ یقیناً ہم نے ہی جیتنا ہے اور فتح اور کامیابی ہمارے لیے ہی مقدر ہے۔ ہمارے اندرونی منافق اور بیرونی مخالف یہ سب کے سب ناکام رہیں گے۔ اور وہ دن دور نہیں جب تم دیکھو گے کہ یہی معترض ہماری جوتیاں چاٹیں گے اور

ہمارے سامنے ذلیل اور شرمندہ ہوں گے۔ جب خدا تعالیٰ کے نشانات ظاہر ہوں گے، جب سلسلہ کی عظمت دنیا پر روشن ہوگی اُس وقت وہی منافق جو آج ہماری مخالفت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں ذلیل ہوکر ہمارے سامنے آئیں گے اور ہماری جوتیاں چاٹنے پر مجبور ہوں گے۔ مگر اُس وقت ان کو وہ مقام میسر نہیں آئے گا جو آج قربانی کرنے والوں کو میسر آ سکتا ہے۔ یہ لوگ ہمیشہ نیچے رہیں گے اور وہ لوگ جو دین پر ثابت قدم رہیں گے اونچے رکھے جائیں گے۔ قرآن کریم نے اِسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ سابقون کا مقابلہ بعد میں آنے والے لوگ نہیں کر سکتے۔ اس میں جماعتوں کے قیام اور ان کی ترقی کا ایک زبردست راز بیان کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ وہ جماعتیں جو مجرموں کو بھول جاتی ہیں، وہ جماعتیں جو غداروں کو بھول جاتی ہیں، وہ جماعتیں جو شرارت کرنے والے عنصر کو بھول جاتی ہیں وہ دنیا میں کبھی ترقی نہیں کر سکتیں۔ وہ لوگ جنہوں نے جرم کیے، جنہوں نے مخالفتیں کیں، جنہوں نے بکواسیں کیں، شرارتیں کیں اور پھر اپنے گناہوں سے تائب ہو گئے اُن کو کبھی اُس رتبہ پر نہیں پہنچایا جا سکتا جس رتبہ پر وہ شرارت کرنے سے پہلے قائم تھے۔ اگر بکواس کرنے اور سلسلہ میں تفرقہ پیدا کرنے کے بعد بھی کوئی شخص اُس مقام پر پہنچ جائے جس مقام پر وہ پہلے کھڑا تھا تو اخلاص اور ایمان پر قائم رہنے کی جدوجہد کمزور ہو جاتی ہے اور لوگ سمجھتے ہیں کیا ہوا اگر چند دن بکواس بھی کر لی بعد میں تو ہمیں پھر یہی مقام میسر آئے گا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لو۔ آپ کے ہاں مرتدین اور معترضین کو کبھی کسی اعلیٰ مقام پر نہیں لایا جاتا تھا بلکہ ان میں سے بعض کو وطن لَوٹنے کی بھی اجازت نہ دی جاتی تھی۔ ایک مرتد کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تھا کہ جہاں ہو اُسے قتل کر دیا جائے۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اسے توبہ نصیب ہوئی اور وہ بھی اِس طرح کہ ایک دفعہ جب حضرت ابوبکرؓ کے لڑکے حضرت عبدالرحمان پر حملہ ہو رہا تھا اس نے دشمن کے لشکر میں سے نکل کر ان کو بچایا۔ وہ اُس وقت عیسائی لشکر میں شامل تھا اور اُنہی کی طرف سے لڑ رہا تھا۔ جب حضرت ابوبکرؓ کے بیٹے پر حملہ ہوا تو اُس کی اسلامی رگ جوش میں آ گئی اور اُس نے آگے بڑھ کر حملہ کرنے والے کو قتل کر دیا۔ اِس پر اُسے معاف تو کر دیا گیا مگر پھر وہ ایک عام مسلمان کی حیثیت میں ہی رہا۔ اسے کوئی اعلیٰ مقام یا عہدہ نہیں دیا گیا۔

ہماری جماعت میں یہ نقص ہے کہ جب کوئی مرتد تائب ہوتا ہے تو بیسیوں مخلص آ آ کر

سفارش کرنے لگ جاتے ہیں کہ اُسے پھر اُسی مقام پر پہنچا دیا جائے جس مقام پر وہ ارتداد سے پہلے تھا۔اور جب کسی مرتد کو اُسی مقام پر پہنچا دیا جائے گا جس مقام پر وہ پہلے تھا تو اِس کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ مرتد ہونا گراں نہیں گزرے گا اور اخلاص پر قائم رہنے کی جدوجہد کمزور ہو جائے گی۔لیکن اگر جماعت کے اندر یہ احساس ہو کہ جو شخص مرتد ہونے کے بعد توبہ کرتا ہے اُسے ہم کبھی امام نہیں بننے دیں گے، اسے ہم پہلی صف میں بھی جگہ نہیں دیں گے، اسے ہم دوسری صف میں بھی جگہ نہیں دیں گے، اسے ہم تیسری صف میں بھی جگہ نہیں دیں گے، اسے ہم چوتھی صف میں بھی جگہ نہیں دیں گے بلکہ اسے ہم جوتیوں کے پاس کی صف میں جگہ دیں گے تو مرتد ہونے والا سوچ سمجھ کر مرتد ہو۔کیونکہ ہر وہ شخص جو مرتد ہوتا ہے اگر ظاہر میں نہیں تو کم از کم دل میں یہ ضرور سمجھتا ہے کہ یہ سلسلہ سچا ہے۔ایسا کوئی مرتد ہم نے نہیں دیکھا جو بالکل ہی مرتد ہو گیا ہو۔اس میں کچھ نہ کچھ احمدیت کی رگ ضرور رہ جاتی ہے۔کبھی مرتد ہو کر یہ کہے گا کہ میں اس خلیفہ کو نہیں مانتا۔اَور بڑھے گا تو کہے گا میں خلافت کو نہیں مانتا۔اَور بڑھے گا تو کہے گا کہ میں مرزا صاحب کی نبوت کو نہیں مانتا۔کبھی کہے گا مجھے فلاں عقیدہ میں اختلاف ہے۔کبھی کہے گا یہ جماعت ہے تو بڑی قربانی کرنے والی مگر فلاں نقص اس میں پایا جاتا ہے۔بہرحال کوئی نہ کوئی رگ احمدیت کی اس میں ضرور رہ جاتی ہے۔کامل مرتد میں نے آج تک کوئی نہیں دیکھا۔اور جب احمدیت کی کوئی نہ کوئی رگ مرتد ہونے والے میں بھی رہ جاتی ہے تو اس کے معنے یہ ہیں کہ اس کے گلے میں رسّی بندھی ہوتی ہے۔وہ کسی نہ کسی وقت ضرور واپس آئے گا۔اور جب کسی نے ضرور واپس آنا ہے تو اگر ایسے آدمی کو ہم ڈرائیں اور اسے واضح طور پر بتا دیں کہ توبہ کرنے کے بعد تم ہماری جوتیوں میں بیٹھو گے تم کسی اعلیٰ مقام یا عہدہ کے حقدار نہیں ہو گے تو اس کے دل میں فوراً یہ احساس پیدا ہو جائے گا کہ مجھے مرتد نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اس کا نتیجہ خطرناک ہے۔جب اس کا دل کہتا ہے کہ آج نہیں تو کل میں نے ادھر ہی آنا ہے تو اگر اس کے دل میں یہ ڈر پیدا کر دیا جائے کہ واپس آ کر تم اس مقام کو حاصل نہیں کر سکو گے جس پر اب قائم ہو تو وہ سوچ سمجھ کر قدم اُٹھائے گا اور کوئی بہت ہی گری ہوئی حالت والا انسان ہی ہوگا جو اس کے بعد بھی ارتداد اختیار کرے گا۔

میرے نزدیک یہ جماعت کی کمزوری ہے کہ وہ مرتدین کے متعلق غیرت مندانہ رویہ اختیار نہیں کرتی۔آخر جماعت کو یہ احساس ہونا چاہیے کہ جو شخص ارتداد اختیار کرتا ہے اسے مومنوں پر افسر

کس طرح مقرر کیا جا سکتا ہے۔ ایک وہ ہے جو برابر مومن رہا اور ایمان کی حالت پر قائم رہا اور ایک وہ ہے جو مرتد ہو جاتا ہے اور صداقت کو دیکھ کر اور اسے قبول کر کے پھر اس سے روگردان ہو جاتا ہے۔ مگر جب واپس آتا ہے تو سفارشیں کرنے والے آگے بڑھتے ہیں اور کہتے ہیں اسے مومنوں کا سردار مقرر کر دیا جائے۔ میری عقل میں تو یہ بات نہیں آسکتی کہ اسے مومنوں کا افسر کس طرح مقرر کیا جا سکتا ہے۔ چاہے وہ کتنے ہی چھوٹے درجہ کے مومن ہوں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضرت عمرؓ بعد میں آئے اور وہ مومنوں کے سردار بن گئے مگر عمرؓ نے کفر کی حالت سے نکل کر اسلام قبول کیا تھا۔ ان پر اس سے پہلے حجت تمام نہیں ہوئی تھی، انہوں نے نور کو دیکھا نہیں تھا، انہوں نے اسلام کی صداقت کو پرکھا نہیں تھا۔ جب انہوں نے اس نور کا مشاہدہ کیا، جب انہوں نے اسلام کی صداقت کو پرکھا، جب انہوں نے کفر کو ترک کر کے اسلام قبول کیا تو چونکہ ان میں قابلیت موجود تھی اس لیے وہ مومنوں کے سردار بن گئے۔ لیکن مرتد تو وہ ہے جو اسلام کے نور کو دیکھ چکا، اس کی صداقت کو پرکھ چکا، اس کی غلامی کو اختیار کر چکا۔ اگر وہ گرتا ہے تو اس کے معنے یہ ہیں کہ اس کا کیریکٹر کمزور ہے۔ اور جس کا کیریکٹر کمزور ہے اس کو مومنوں کا سردار بنا دینا بالکل عقل کے خلاف ہے۔ اگر جماعت یہ فیصلہ کر لے کہ جو شخص مرتد ہونے کے بعد ہماری طرف واپس لوٹے گا اُس کا مقام جوتیوں میں ہوگا وہ مومنوں کا افسر نہیں ہوسکتا تو یقیناً اگر دس مرتد ہونے والے ہوں گے تو آئندہ صرف ایک مرتد ہوگا نو نہیں ہوں گے۔ کیونکہ وہ سمجھیں گے کہ جب ہم نے ٹھوکریں کھا کر اِدھر ہی آنا ہے تو کیوں نہ خاموش رہیں اور فتنہ پیدا نہ کریں۔ اس کے بعد خدا چاہے گا تو اُن کو ایمان نصیب ہو جائے گا اور ان کی پردہ پوشی ہو جائے گی اور اگر خدا چاہے گا تو ان کو نکال دے گا۔ بہرحال اس رویہ سے مرتدین میں کمی ضرور آ جائے گی۔ زیادتی اسی وجہ سے ہوتی ہے کہ فوراً سفارشیں شروع ہو جاتی ہیں کہ اب چونکہ فلاں شخص نے توبہ کر لی ہے اس لیے اسے فلاں عُہدہ دے دیا جائے۔

قادیان میں ایک دفعہ ایک شخص مرتد ہوا اور اس نے دعویٰ کیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہوتے ہیں میں تو ان سے بھی بڑا ہوں۔ میں نے اُسے جماعت سے نکال دیا۔ چار پانچ سال دھکّے کھا کر آخر اس نے توبہ کی اور پھر وہ بیعت میں شامل ہوا۔ مگر اِدھر اس نے توبہ کی اور اُدھر سفارشیں شروع ہو گئیں کہ اسے فلاں جگہ کا امام جماعت بنا دیا جائے، فلاں علاقہ میں اسے مبلغ مقرر کیا جائے۔

ایک شخص کا دماغ اتنا خراب ہو جاتا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑا ہوں مگر پھر اس لیے کہ وہ توبہ کر چکا ہے اُسے جماعت کا امام اور مبلغ بنا دیا جائے۔ یہ ایک ایسی بات ہے جو کم از کم میری عقل اور سمجھ میں نہیں آ سکتی۔ بیشک وہ توبہ کرے لیکن جب تک وہ زندہ رہے گا ایک چھوٹے سے چھوٹے احمدی کے پیچھے اُسے رکھا جائے گا کیونکہ اس چھوٹے احمدی کا کیریکٹر مضبوط ہے۔ یہ مرتد نہیں ہوا اور وہ مرتد ہو چکا ہے۔ بلکہ میں کہتا ہوں ایک اَن پڑھ اور جاہل شخص جو اَشْھَدُ کی بجائے اَسْھَدُ کہتا ہے بلکہ اَسْھَدُ کہنے کی بجائے اَشْھَڈ کہتا ہے وہ بھی خدا تعالیٰ کے نزدیک اس مرتد ہونے والے سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک چاہے وہ بخشا ہوا ہو ہمارے نزدیک تو وہ اپنی موت تک تمام مومنوں سے پیچھے رہے گا اور اسے کبھی ان کا سردار نہیں بنایا جائے گا۔

غرض ہمارے لیے یہ ایک نہایت ہی نازک موقع ہے۔ کمزور ایمان والوں کو ٹھوکریں لگ رہی ہیں اور منافق اپنے نفاق کا اظہار کر رہے ہیں۔ ایسے موقع پر مخلصین کو زیادہ جوش اور عزم کے ساتھ دین کی خدمت کے لیے کھڑا ہو جانا چاہیے۔ میں نے ایک گزشتہ خطبہ میں کسی منافق کے خط کا ذکر کیا تھا۔ بعض نے کہا تھا کہ یہ لاہور کا نہیں ہوسکتا۔ میں نے انہیں جواب دیا تھا کہ مجھے بھی شبہ ہے کہ یہ کسی باہر کے شخص کا ہے۔ اب مجھے کچھ اندازے ایسے ملے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ قادیان سے آنے والے ایک شخص کا ہے۔ بہرحال جماعت میں ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں جو قسم قسم کے اعتراضات کرتے ہیں اور درحقیقت یہی وہ وقت ہوتا ہے جب مخلص اپنے جوشِ ایمان میں آگے بڑھتے اور دین کے لیے نہایت اعلیٰ درجہ کی قربانیوں کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ احزاب کے موقع پر منافقوں نے شور مچایا اور کہا کہ مسلمان اب گئے۔ ان کا کوئی ٹھکانا نہیں رہا۔2 اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو کمزور دل انسان ہیں وہ تو ان سے متأثر ہوتے ہیں مگر جب یہ لوگ مومنوں کے پاس پہنچتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ لو اب تمہارا خاتمہ ہوا تو وہ کہتے ہیں کہ ہمارا ایمان تو تمہاری ان باتوں سے بہت ہی بڑھ گیا ہے3 کیونکہ جو باتیں تم بیان کر رہے ہو وہی باتیں قرآن کریم نے پہلے سے بیان کر دی تھیں اور بتلا دیا تھا کہ ایسا ابتلاء آنے والا ہے۔ پس جتنے بڑے ابتلاء کی تم نے خبر دی ہے اُتنا ہی ہمارا ایمان زیادہ ہو گیا ہے۔ پس ابتلاؤں سے مومنوں کا ایمان کم نہیں ہوتا بلکہ اَور بھی ترقی کرتا ہے۔ مثلاً ہمارا قادیان سے آنا ہی لے لو میں دیکھتا ہوں کہ بعض لوگ اسی وجہ سے ٹھوکریں کھا رہے

ہیں۔ حالانکہ اس حادثہ کی وجہ سے ہمارے ایمان تو پہلے سے بھی زیادہ مضبوط ہوتے ہیں۔ اوّل تو جس رنگ میں ہماری قادیان کی جماعت کے افراد دشمن کے حملوں سے محفوظ رہ کر پاکستان پہنچے ہیں۔ اس کی نظیر مشرقی پنجاب کی کسی اَور جماعت میں نہیں ملتی۔ جس طرح ہماری عورتیں محفوظ پہنچی ہیں، جس طرح ہمارے مرد محفوظ پہنچے ہیں اور جس طرح بیسیوں لوگوں کے سامان بھی اُن کے ساتھ آئے ہیں اس کی کوئی ایک مثال بھی مشرقی پنجاب میں نظر نہیں آسکتی، نہ لدھیانہ کے قافلوں میں اس کی کوئی مثال ملتی ہے، نہ جالندھر کے قافلوں میں اس کی کوئی مثال ملتی ہے اور نہ فیروز پور کے قافلوں میں اس کی کوئی مثال ملتی ہے۔ لدھیانہ اور جالندھر کے قافلوں کے ساتھ فوجیں تھیں، حفاظت کا سامان تھا مگر پھر بھی اُن میں سے ہزاروں لوگ مارے گئے۔ لیکن قادیان کے لوگوں کے ساتھ کوئی فوج نہیں تھی پھر بھی وہ سب کے سب سلامتی کے ساتھ پاکستان پہنچ گئے۔ پس اوّل تو یہی کتنا بڑا نشان ہے کہ ہزاروں افراد کی جماعت قادیان سے نکلی اور سلامتی کے ساتھ یہاں پہنچ گئی۔ کوئی ایک مثال بھی تو ایسی پیش نہیں کی جاسکتی جس میں اللہ تعالیٰ کا یہی سلوک اَور مسلمانوں کے ساتھ ہوا ہو۔ پھر چاہے بعض کوٹھوکریں لگیں مگر یہ کتنا بڑا نشان ہے کہ ہماری انجمن کا اتنا بڑا محکمہ قادیان سے اُٹھ کر لاہور آ گیا اور یہاں آتے ہی چالو ہوگیا۔ گورنمنٹ کے محکموں کے سِوا کوئی ایک مثال ہی بتائی جائے کہ کسی جماعت کے وہاں اِس قدر محکمے ہوں اور پھر وہ اُسی طرح آتے ہی چل پڑے ہوں جس طرح پہلے چل رہے تھے۔ یہ تو بالکل الٰہ دین کے چراغ والی بات ہوگئی جس طرح اُس چراغ سے آناً فاناً ایک محل تیار ہو جاتا تھا اِسی طرح یہ ایک حیرت انگیز واقعہ ہوا کہ قادیان سے احمدیت اُٹھی اور لاہور میں آ کر قائم ہوگئی اور قائم بھی ایسی شان سے ہوئی کہ آج دنیا میں احمدیت کا نام جس قدر بلند ہے، جس قدر عظمت اسے حاصل ہے یہ بلندی اور عظمت اُس سے بہت زیادہ ہے جو اِسے قادیان میں حاصل تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ کا یہ کتنا بڑا نشان ہے کہ اِس عرصہ میں وہ بیسیوں پیشگوئیاں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی تھیں یا میرے ذریعہ سے ہوئی تھیں اللہ تعالیٰ نے اُن کو پورا کیا۔ اور جب میں بیسیوں کا لفظ استعمال کرتا ہوں تو میں غلط نہیں کہتا میں مبالغہ سے کام نہیں لیتا۔ واقعہ یہی ہے کہ بیسیوں پیشگوئیاں ہیں جو لفظاً لفظاً پوری ہوئیں اور ایسے زور سے پوری ہوئیں کہ اُن کو دیکھ کر حیرت آتی ہے۔ اتنے بڑے نشانات دیکھنے کے بعد قادیان میں جتنا میرا ایمان تھا اُس سے یقیناً میرا ایمان اب بہت زیادہ ہے۔ اور جس شکل میں مَیں

نے وہاں خدا تعالیٰ کو دیکھا تھا اُس سے بہت زیادہ شان اور جلال کے ساتھ میں نے خدا تعالیٰ کو اب دیکھا ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں ہر مومن جو سوچنے کا عادی ہے، جو دماغی تعیّش کی وجہ سے بعض صداقتوں کو قبول کرنے اور بعض کو ردّ کرنے کا عادی نہیں اُس کا ایمان بھی یقیناً بڑھا ہوگا۔ لیکن فرض کرو اِس حادثہ کی وجہ سے کسی کو ٹھوکر لگتی ہے تو پھر مومنوں کا یہ کام نہیں کہ وہ خاموشی کے ساتھ بیٹھ رہیں بلکہ اُنہیں اُس کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ آخر دنیا میں ہر چیز کی ایک ضد پائی جاتی ہے اور یہ سلسلہ ابتدائے آفرینش سے اب تک قائم ہے۔ تاریکی ہو جائے تو اُس کو دور کرنے کے لیے روشنی کی ضرورت ہوتی ہے اور جب تاریکی بہت زیادہ زور پکڑے تو روشنی کو بھی زیادہ زور پکڑنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب گرمیاں آتی ہیں تو لوگ ہتھیار نہیں ڈال دیتے بلکہ ٹھنڈک کے سامان مہیا کرتے ہیں۔ معمولی گرمی ہو تو پانی کا چھڑکاؤ کرتے ہیں اور زیادہ گرمی ہو تو کھڑکیوں اور دروازوں کے آگے کپڑے لگا لیتے ہیں۔ اَور زیادہ گرمی ہو تو خس کی ٹٹیاں لگا لیتے ہیں۔ زیادہ اچھی حالت ہو تو بعض لوگ بجلی کے پنکھے لگوا لیتے ہیں۔ اَور زیادہ اچھی حالت ہو تو لوگ پہاڑوں پر چلے جاتے ہیں۔ غرض وہ آخر وقت تک اس کا مقابلہ کرتے چلے جاتے ہیں۔ یہ نہیں ہوتا کہ گرمی آئے تو وہ شور مچانے لگ جائیں کہ مر گئے مر گئے اور اُس کے تدارک کی کوئی صورت نہ کریں۔ اِس طرح سردیاں آئیں تو یہ نہیں ہوتا کہ لوگ اُس کے سامنے ہتھیار ڈال دیں بلکہ جن کو اللہ تعالیٰ نے عقل اور سمجھ سے حصہ دیا ہوا ہوتا ہے وہ اس کا مقابلہ کرتے ہیں۔

یہی کیفیت کفر اور ایمان کی بھی ہے۔ جب دنیا میں کفر پھیلتا ہے، بے ایمانی ترقی کرتی ہے، بداعتقادی کا دور دورہ ہو جاتا ہے تو اُس وقت مومن اُس کفر اور بے دینی کا مقابلہ کرنے کے لیے کھڑا ہو جاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اگر میں چُپ رہا تو یہ ایمان کے خلاف ہوگا۔ ایمان کا اعلیٰ مقام یہ ہوتا ہے کہ انسان اپنے ہاتھ سے بدی کو دور کر دے اور ادنیٰ مقام یہ ہوتا ہے کہ دل میں بُرا منائے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ادنیٰ ترین ایمان کی علامت یہ ہے کہ تم کوئی بُری بات دیکھو تو دل میں اُس پر بُرا مناؤ4 مگر دنیا میں وہ کون انسان ہے جو یہ پسند کرے گا کہ اُسے تھرڈ کلاس مومن شمار کیا جائے۔ ہر شخص یہی خواہش رکھتا ہے اور یہی رکھنی چاہیے کہ اُسے ایمان کا اعلیٰ مقام نصیب ہو۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ ایمان کا اعلیٰ مقام یہ ہے کہ تم کوئی بُری بات دیکھو تو اُسے اپنے ہاتھ سے روکو۔ اگر ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہیں رکھتے تو زبان سے روکو۔ اگر زبان سے بھی روکنے

کی طاقت نہیں رکھتے تو دل میں ہی برا مناؤ۔ مگر فرمایا یہ ادنیٰ درجے کا ایمان ہے اور ادنیٰ درجہ کا ایمان کوئی خوشی کی چیز نہیں ہو سکتا۔ مومن کو تو ایسا مقام حاصل کرنا چاہیے کہ نہ صرف اُس کا اپنا ایمان مضبوط ہو بلکہ دوسروں کے ایمان کو بھی وہ مضبوط کرنے والا ہو۔

پس اگر جماعتوں میں کمزوری پیدا ہوتی ہے تو مخلصین سے کہتا ہوں کہ تم ہمت کرو، آگے بڑھو اور انکی کمزوری کو تبلیغ اور ارشاد کے ساتھ دور کرنے کی کوشش کرو۔ اور پھر جو کمی اُن کے ارتداد سے سلسلے کے اموال میں ہو اُس کو خود اپنے چندے بڑھا کر پورا کرو۔ یہ کوئی سوال نہیں کہ سیکرٹری کون ہے اور پریذیڈنٹ کون۔ دیکھو! وہ ہمارے مرکزی سیکرٹری ہی تھے جنہوں نے یہ کہا تھا کہ ہم اتنا مال جمع نہیں کر سکتے کہ مبلغوں کو اخراجات کے لیے روپیہ دے سکیں مگر ہمارے نوجوانوں نے کہا کہ آپ لوگ اگر ہمیں روپیہ نہیں بھجواتے تو بیشک نہ بھجوائیں ہم ٹوکریاں اُٹھائیں گے اور اپنے لیے آپ گزارہ پیدا کریں گے اور انہوں نے ایسا کر کے دکھا دیا۔ اِسی طرح مقامی جماعتوں کے سیکرٹری اور پریذیڈنٹ اگر کام نہیں کرتے تو تم خود افرادِ جماعت کو بیدار کرو اور اُن کے اندر ایک نئی زندگی اور نئی روح پیدا کرنے کی کوشش کرو۔ یہ بیداری کا وقت ہے۔ یہ کام کرنے کا وقت ہے، یہ سونے اور غافل ہو جانے کا وقت نہیں۔ تم میں سے ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ اپنے آپ کو سیکرٹری اور پریذیڈنٹ سمجھے اور تم میں سے ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ اپنے آپ کو سلسلے کا ذمہ دار سمجھے۔ جب تم میں سے ہر شخص کا ایمان اتنا مضبوط ہو جائے گا کہ وہ سمجھے گا کہ سلسلہ کی عمارت کا بوجھ مجھ پر ہی ہے، میں ہی وہ ستون ہوں جس پر احمدیت کی چھت قائم ہے۔ اگر میں ہِلا تو احمدیت بھی ہِل جائے گی۔ تب تمہیں وہ مقام میسر آ جائے گا کہ کوئی آفت تمہارے سر کو نیچا نہیں کر سکے گی، کوئی مصیبت تمہارے قدموں کو ڈگمگا نہیں سکے گی اور کوئی ابتلا تمہیں ہراساں نہیں کر سکے گا۔ کیونکہ تم میں سے ہر شخص ایک چھوٹا نمونہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوگا اور تم سمجھو گے کہ کام ہم نے کرنا ہے کسی اَور نے نہیں کرنا۔ اور جب کسی جماعت میں ایسے لوگ پیدا ہو جائیں تو وہ جماعت کبھی مِٹ نہیں سکتی۔ اگر اس عزم کے ساتھ گیارہ آدمی بھی کھڑے ہو جائیں اور ان میں سے دس مر جائیں تو باقی رہنے والا ایک آدمی پھر اُن دس مرنے والوں کو زندہ کر دے گا۔ اگر اس عزم کے ساتھ نو سَو ننانوے آدمی کھڑے ہو جائیں اور نو سَو جگہ قیامت آ جائے تو ننانوے آدمی پھر باقی نو سَو جگہوں کو زندہ کرلیں گے۔

پس اصل چیز یہی ہے کہ اپنے اندر عزم پیدا کرو۔ جب ہماری جماعت کے نوجوان یہ فیصلہ کرلیں گے کہ ہم میں سے ہر شخص سلسلہ کا ذمہ دار ہے تو کیا وہ لوگ جنہوں نے ساری دنیا کو فتح کرنے کا ارادہ کیا ہوا ہے وہ اپنے محلّہ کو فتح نہیں کرسکیں گے؟ اپنے گاؤں یا اپنے شہر کو فتح نہیں کرسکیں گے؟ جب ہماری جماعت کے نوجوان یہ عزم کرلیں گے کہ ہم دنیا کو فتح کریں گے تو ساری دنیا کو فتح کرنے میں تو کچھ دیر لگے گی وہ اپنے محلّہ اور اپنے شہر کو نہیں چھوڑیں گے اور اُسے جھنجھوڑ کر رکھ دیں گے۔ اور جب وہ اپنے محلّہ اور شہر والوں کو جھنجھوڑ دیں گے تو جن لوگوں کے دلوں میں ایمان ہوگا وہ بیدار ہو جائیں گے اور وہ بھی ہر قسم کی قربانیوں کے لیے تیار ہو جائیں گے۔

پس اپنی ذمہ داری کو سمجھو اور وقت کی نزاکت کا احساس کرو۔ میں بتا چکا ہوں کہ یہ خطبہ صرف لاہور کی جماعت کے لیے نہیں باہر کی جماعتوں کے لیے بھی ہے۔ اس لیے میں ہر جگہ کے نوجوانوں اور احمدیوں سے کہتا ہوں کہ جو تمہارے کارکن ہیں تم اُن کو ہوشیار کرو کیونکہ وہ ہوشیار نہ ہوں تو پھر ہر احمدی کا فرض ہے کہ اس نازک وقت میں اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے آگے آئے اور سیکرٹری کا کام خود سرانجام دے۔ اگر اِس وقت ہماری مالی حالت درست نہ ہوئی تو اِس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ چار پانچ سال تک ہم پچھلے قرضہ کو اُتارنے میں ہی لگے رہیں گے اور نیا کام نہیں کرسکیں گے۔ پس یہ ایک نہایت ہی نازک وقت ہے۔ اِس نازک وقت کی اہمیت کو محسوس کرو اور اپنے فرض کی طرف توجہ کرو۔ اور وقت کی نزاکت کا تم اس سے اندازہ لگا سکتے ہو کہ وہ پیشگوئی جو چار ہزار سال سے چلی آرہی ہے کہ ایک زمانہ میں یاجوج اور ماجوج کی لڑائی ہونے والی ہے وہ وقت اب آنے ہی والا ہے۔ اِس وقت کو اگر ہم نے ضائع کردیا اور اپنی ترقی کی کوئی کوشش نہ کی تو اس سے زیادہ ظلم اَور کوئی نہیں ہوگا۔ پس وقت کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے ہر شخص کھڑا ہو جائے اور قطع نظر اِس سے کہ سیکرٹری کون ہے اور پریذیڈنٹ کون وہ خود کام کرنے لگ جائے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہماری جماعت کو ایمان بخشا ہے اور یقیناً یہ غفلت محض اس وجہ سے واقع ہوتی ہے کہ جماعتوں کو خطوں کے جوابات نہیں گئے۔ چندے بھیجے تو اُن کی رسیدیں نہیں گئیں۔ روپے بھیجے تو وہ ڈاکخانہ میں ہی پڑے رہے۔ اور چونکہ منی آرڈروں کی انہیں رسید نہ ملی اس لیے انہوں نے کہا کہ اگلا چندہ ہم تب بھیجیں گے جب پہلے چندہ کی رسید آجائے گی اور چونکہ رسیدیں بھیجنے میں زیادہ دیر ہوگئی اس لیے انہوں نے چندہ وصول ہی نہ کیا اور جب لوگوں سے چندہ وصول نہ کیا

گیا تو اِن سے وہ روپیہ دوسرے کاموں میں خرچ ہو گیا اور اس ماہ کا چندہ دینا اُن کے لیے مشکل ہو گیا۔ یہ وجوہات ہیں جن کی وجہ سے میرے نزدیک ہمارے چندوں میں کمی واقع ہوئی ہے۔ پس یہ نقص محض غفلت کی وجہ سے ہے، حالات کی ناواقفیت کی وجہ ہے بے ایمانی یا ایمان کی کمزوری کی وجہ سے نہیں۔ ایمان ہماری جماعت کے دلوں میں ہے اور ضرور ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اُنہیں بار بار توجہ دلاتے رہیں کہ اپنے ایمانوں کو ضائع نہ ہونے دو"۔ (الفضل 13 اکتوبر 1949ء)

1: ڈاکٹر ہتّا: Mohammad Hatta(1902ء-1980ء) انڈونیشیا کے قومی ہیرو کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ 1945ء سے 1956ء تک وائس پریذیڈنٹ رہے۔ 1948ء سے 1950ء تک انڈونیشیا کے وزیراعظم کے منصب پر فائز رہے۔

(Wikipedia,the free Encyclopedia," Mohammad hatta".)

2: وَاِذْقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ (الاحزاب:14)

3: وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا (الاحزاب:23)

4: ترمذی ابواب الفتن باب ما جاء فِی تغییر المُنکر بالیَدِ (الخ)